السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

حدیث قدسی ہے : ''جو کام میں کرتا ہوں، مجھے اس میں تردد نہیں ہوتا۔'' اس حدیث میں ''تردد'' کا کیا مطلب ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں، اور میرا بندہ میری اس پر فرض کردہ چیزوں کے ذریعے میرے قریب ہوتا ہے اور میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعے میرے اتنا قریب ہوجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی ٹانگ بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے۔ تو ضرور اسے عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو ضرور اسے پناہ دیتا ہوں اور کسی کام کو کرتے ہوئے مجھے تردد نہیں ہوتا۔''

حدیث میں مذکورہ ''تردد'' کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے درست جواب دیا ہے۔جسے امام صاحب کی عزت اور اہمیت کے پیش نظر اختصار کے ساتھ نقل کردیتا ہوں۔ شیخ الاسلام نے (مجموعہ الفتاویٰ 131-18/129:)میں فرمایا

یہ حدیث شریف اولیاء کی صفت میں اہم حدیث ہے۔

اور ایک گروہ نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا:

''اللہ تعالیٰ کو تردد کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ تردد کا شکار وہ شخص ہوتا ہے جو معاملات کے انجام سے بے خبر ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو تمام معاملات کے انجام وحال سے باخبر ہے اور ان میں سے کچھ بسا اوقات یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ "بے شک اللہ تعالیٰ تردد کا معاملہ بھی کرتا ہے۔''

تحقیق اس بات کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی امت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی خیر خواہ اور فصیح وعمدہ کلام کرنے والا ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو خود کو ہوشیار سمجھنے اور ڈینگیں مارنے، اس حدیث کا انکار کرنے والا سب سے بڑا گمراہ، جاہل اور بے ادب ہے۔ بلکہ ایسے شخص پر تادیب وتعزیر واجب ہے۔ ایسے باطل گمان اور فاسد عقائد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو محفوظ رکھنا فرض ہے۔

لیکن ہم میں سے جو متردد ہے، وہ اگر معاملات کے انجام سے لاعلمی کی وجہ سے تردد کا شکار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ان صفات، معاملات کے ساتھ متصف نہیں کیا جاسکتا، جس سے ہم میں سے کسی کو منصف کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

پھر علی الاطلاق تردد کو شک کے معنی میں لینا بھی باطل ہے۔ اس لیے کہ کبھی کوئی انجام و نتائج سے لاعلمی کی وجہ سے تردد کرتا ہے تو کبھی دو کاموں کے فوائد اور مفاسد کی وجہ سے تردد کرتا ہے۔ تاکہ وہ فائدے والے کام کا ارادہ کرے اور نقصان کی وجہ سے اس کام کو ناپسند کرتا ہے۔ تاکہ اس چیز کے انجام سے بے خبری کی وجہ سے، جیسے ایک طرف سے پسند اور دوسری جانب سے ناپسند کیا جاتا ہے۔۔۔۔!!! اور اس کی مثال مریض کا ناپسندیدہ دوا کا ارادہ کرنا بھی ہے۔ (یعنی وہ دوا کو ناپسند کرتا ہے، لیکن صحت کے لیے اسے پسند بھی کرتا ہے) بلکہ بندہ جن اعمال صالحہ کا ارادہ کرتا ہے، تو اسے دل ناپسند کرتا ہے اور حدیث مذکور میں "تردد" بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور "صحیح بخاری" میں حدیث ہے کہ:

"حُجِبَت النّارُ بِالشَّهَواتِ، وحُجِبَت الجَنّةُ بالمَكارِهِ"

''جہنم کو پسندیدہ چیزوں نے گھیرا ہوا ہے اور جنت کو ناپسندیدہ چیزوں نے گھیرا ہوا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كُتِبَ عَلَيكُمُ القِتالُ وَهُوَ كُرهٌ لَكُم ۚ ... سورة البقرة ٢١٦

''تم پر قتال فرض کیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمھیں ناپسند ہے۔''

اسی سے حدیث میں ''تردد" کا معنی ظاہر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ"

''میرا بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرے قریب ہوتا رہتا ہے، حتیٰ کہ میں اسے محبت کرنے لگتا ہوں۔''

یہ بندہ جس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ محبوب حق بن جاتا ہے۔ اس حق سے محبت کرنے والا ہوتا ہے۔

پہلے وہ اللہ کے پسندیدہ فرائض کے ذریعے اللہ کے قریب ہوتا ہے، پھر بندہ نوافل میں کوشش کرتا ہے جن سے اور جن کے کرنے والے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے تو بندہ ہر وہ کام کرتا ہے جو اللہ کو محبوب ہوتا ہے۔

لہذا اللہ اپنے محبوب عمل کے کرنے پر اس بندے سے دو وجہ سے محبت کرتا ہے۔

ایک اللہ اور بندے کا اس کام کے کرنے میں ارادہ کا متفق ہونا، دوسرا بندہ کا اس چیز سے محبت کرنا جسے محبوب پسند کرے اور اس چیز کو ناپسند کرنا جسے محبوب ناپسند کرتا ہے۔

اور رب تعالیٰ اپنے بندے اور محبوب کے غمگین و پریشان ہونے کو ناپسند کرتا ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کو اس لیے اپنے بندے سے ناپسند کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے محبوب کاموں سے محبت کرتا رہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی موت کا فیصلہ کیا ہوتا ہے۔

لہذا ہر وہ کام جس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے وہ لازماً اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی موت کا ارادہ کرتا ہے کہ اس کا فیصلہ ہوچکا ہے جبکہ وہ اپنے بندے کو تکلیف و غم جو موت سے اسے پہنچتی ہے، دینا ناپسند کرتا ہے۔ اس اعتبار سے موت حق تعالیٰ کی طرف سے ارادہ ہوتی ہے جبکہ دوسرے اعتبار سے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور یہ ہی "تردد" کی حقیقت ہے۔

یعنی ایک اعتبار سے کسی ایک چیز کی چاہت (ارادہ) ہوتی ہے جبکہ دوسری جانب سے ناپسندیدہ مکروہ، اگرچہ ان دونوں میں سے کسی کو ترجیح دینا لازمی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ اپنے بندے کے غم و تکلیف کے باوجود، اس کے لیے موت کو ترجیح دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب مومن کے لیے موت کا ارادہ کرنا اور اس کی تکلیف کو ناپسند کرنا، اس کافر کی موت کے ارادے جیسا نہیں جس سے اللہ تعالیٰ نفرت بھی کرتا ہے اور اسے تکلیف بھی دینا چاہتا ہے۔

شیخ الاسلام نے دوسری جگہ (57-10/89) پر فرمایا:

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے واضح کردیا کہ وہ تردد کرتا ہے، اس لیے کہ تردد دو ارادوں کے تعارض کا نام ہے پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندے کی پسند کو پسند کرتا ہے اور جسے بندہ ناپسند کرے وہ بھی ناپسند کرتا ہے۔ جیسے بندہ موت کو" ناپسند کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے موت ناپسند کرتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد فرمایا:

"وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ"

''اور میں اپنے بندے کی تکلیف کو ناپسند کرتا ہوں۔''

(معلوم ہوا کہ پھر بھی) اللہ تعالیٰ اس کی موت کا ارادہ کرتے ہوئے اس کی موت کا فیصلہ فرماتا ہے پس اسی کا نام ''تردد'' ہے۔ (نظم الفرائد 37:1-35)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ البانیہ

توحید اسماء وصفات کے مسائل صفحہ: 85

محدث فتویٰ